اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے کی پکار!

شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کا تاریخی فتویٰ

مرتب

مولانا عمّار خان ترنگزئی

ادارۂ حطّین

اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے کی پکار!

شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کا تاریخی فتویٰ

[وقف کا زائد مال جہاد اور اہلِ جہاد کے لیے دینا نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے]

مرتب: مولانا عمار خان ترنگزئی

ادارہ حطین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى، أما بعد

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ [التوبہ:24]

”(اے نبی ﷺ!) کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں، اور سوداگری جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو، اور مکانات جنھیں تم پسند کرتے ہو، تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیارے ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے، اور اللہ نافرمانوں کو راستہ نہیں دکھاتا“۔

اور

﴿هَا أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنْكُمْ مَنْ يَبْخَلُ وَمَنْ يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَفْسِهِ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ﴾ [محمد:38]

”خبردار تم وہ لوگ ہو کہ جب تمہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے بلایا جاتا ہے تو کوئی تم میں سے وہ ہے جو بخل کرتا ہے اور جو بخل کرتا ہے سو وہ اپنی ہی ذات سے بخل کرتا ہے، اور اللہ بے پرواہ ہے اور تم ہی محتاج ہو، اور اگر تم نہ مانو گے تو وہ تمہارے سوا دوسری قوم سے تمہیں بدل دے گا، پھر وہ تمہاری طرح نہ ہوں گے“۔

خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ کے فرامین ہیں:

”مَنْ أَنْفَقَ نَفَقَةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ كُتِبَتْ لَهُ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ“۔[1]

”جس نے اللہ کے راستے میں کچھ مال خرچ کیا تو اس کے لیے اس کے بدلے سات سو گنا زیادہ (اجر) لکھا جائے گا“۔

”مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَدْ غَزَا“۔[2]

”جس نے کسی مجاہد فی سبیل اللہ کو زادِ راہ سے لیس کیا، پس اس نے بھی جنگ کی“۔

”مَنْ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ“۔[3]

”جس نے تنگی والے لشکر کی ضروریات پوری کیں تو اس کے لیے جنت ہے“۔

آج دنیا میں کفر و اسلام کی جنگ بپا ہے۔ اہلِ باطل بڑی عرق ریزی اور چستی کے ساتھ کام کر رہے ہیں اور مسلمانوں کے دین، عقیدے اور زمینوں پر چہار جانب سے حملہ آور ہیں۔ امریکہ کی قیادت میں عالمی کفر فلسطین، افغانستان، عراق، صومالیہ اور کتنے ہی مسلم ملکوں میں مسلمانوں سے لڑ رہا ہے۔ شام کو ہی دیکھیں تو وہاں رونما ہونے والے معرکے کو روافض اپنی مقدس اور مذہبی جنگ سمجھ کر اپنے اموال و اولاد پیش کر رہے ہیں، آپ کو سرزمینِ شام میں لڑنے والوں میں دنیا بھر کا رافضی نظر آئے گا۔ بیشتر مسلم ملکوں میں یہی جنگ مقامی آلہ کاروں کے ذریعے لڑی جا رہی ہے اور اہلِ دین کا خون بہایا جا رہا ہے۔

میرے مسلمان بھائیو! آج اہلِ باطل، باطل ہونے کے باوجود اپنا سارا جمع کیا ہوا مال اس کفر و اسلام کی جنگ میں جھونک رہے ہیں۔ اسلام کے خلاف بڑے پیمانے پر ڈالر بہا رہے ہیں۔ ’دہشت گردی کے خلاف جنگ‘ کے نام پر پوری دنیا میں مسلمانوں کے خلاف برسرِپیکار ہیں۔ مسلمانوں پر مسلط حکمرانوں کو اپنے اموال سے خرید رہے ہیں اور مسلم ملکوں کی افواج کو اپنی امداد کے ذریعے مجاہدینِ امت کے خلاف کھڑا کر رہے ہیں۔ مجاہدین کو بدنام کرنے، ان کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے، ان کے خلاف پروپیگنڈے کرنے اور انھیں ’دہشت

1-أخرجه الترمذي؛ باب ما جاء في فضل النفقة في سبيل الله، الرقم: 1625 وقال :”وهذا حديث حسن“، وابن أبي العاصم في الجهاد؛ الرقم:71

2-صحيح البخاري؛ باب فضل من جهز غازيًا وصحيح مسلم؛ باب فضل إعانة الغازي في سبيل الله

3-رواه البخاري تعليقًا وأسنده الدارقطني في سننه والبيهقي في الكبرى

گرد' ثابت کرنے کے لیے ڈالروں کی بارش کر رہے ہیں۔ مگر ان شاء اللہ یہ سب سازشیں ان کے لیے باعثِ حسرت ہوں گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ﴾ [الأنفال:36]

"جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے، وہ اپنے مال اس کام کے لیے خرچ کر رہے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکیں۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ یہ لوگ خرچ تو کریں گے، مگر پھر یہ سب کچھ ان کے لیے حسرت کا سبب بن جائے گا، اور آخر کار یہ مغلوب ہو جائیں گے"۔

بس یہی وقت ہے کہ ہم مسلمان اپنے فریضہ مسلمانی کو پہچانیں، جذبہ ایمانی کو دل میں جوش دیں۔ اپنی جان اور اپنا مال اللہ کے راستے میں حاضر کر دیں۔ لا الہ الا اللہ کی خاطر جان جان آفرین کے سپرد کرنے، اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اپنی زندگیاں قربان کرنے، کفر کی شوکت توڑنے کی خاطر شب و روز ایک کرنے اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کفر کا پہیہ جام کرنے والوں کے لیے اپنے اموال خرچ کریں، ان پر اپنے خزانوں کی کنجیاں پیش کریں اور ان کے جوش مارتے خون میں کم سے کم اپنی کمائی، اپنا پیسہ شامل کر دیں۔ یہی قرآنی حکم ہے، یہی رسول اللہ ﷺ کا اسوہ ہے، یہی اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کا کردار ہے اور یہی وقت کی پکار ہے۔

ہم آج اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت و غلامی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم پر چلنے کے تو لاکھ دعوے کرتے ہیں مگر جب ہمیں جہاد پر جانے اور مال خرچ کرنے کا کہا جائے تو ہم میں سے بہت سے لوگ بخل سے کام لیتے ہیں، حالانکہ مومن کبھی بخیل نہیں ہو سکتا۔ پھر جبکہ معاملہ دینِ اسلام کا آجائے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اور اس کے دین سے بخل کرنے کا تصور کسی مومن سے کیا ہی نہیں جا سکتا۔

ہر ایسے وقت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلاف واکابرِ امت رحمۃ اللہ علیہم کا منہج اور طرزِ عمل ہمارے لیے مشعلِ راہ اور اسوۂ عمل ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا منہج وطرزِ عمل

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ آل عمران کی آیت ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا

تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾[4] کے تحت لکھا ہے کہ:

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

"إن ربنا ليسألنا من أموالنا فأشهدك يا رسول الله أني جعلت أرضي لله"۔[5]

"ہمارے رب نے ہمیں اپنا مال خرچ کرنے کا حکم فرمایا ہے، پس اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی زمین اللہ کے نام پر لٹادی"۔

اسی طرح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے پاس 'سبل' نام کا ایک گھوڑا تھا جو انھیں بے حد پسند تھا، انھوں نے اپنا گھوڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کیا اور فرمایا:

"اللّٰهم إنك تعلم أن ليس لي مال أحب إلي من فرسي هذه"۔

"اے اللہ! آپ خوب جانتے ہیں کہ میرے پاس اس گھوڑے سے زیادہ محبوب کوئی مال نہیں"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک لونڈی تھی جو انھیں بہت زیادہ پسند تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ کا مبارک حکم ہے کہ [تم اس وقت تک نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ تم اپنے پسندیدہ مال میں سے خرچ نہ کرو]

آج بس میں اس لونڈی کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر آزاد کرتا ہوں۔[6]

غزوۂ تبوک کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مال خرچ کرنے کا فرمایا تو ہر کسی نے اپنی اپنی حیثیت کے بقدر حاضرِ خدمت کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے گھر کا سارا مال و متاع جمع کرکے پیش کردیا اور جب ان سے پوچھا گیا کہ گھر والوں کے لیے کچھ بچا کر بھی آئے ہو، تو عرض کیا: "ان کے لیے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کافی ہیں"۔

اسی موقع پر سیدنا عثمانِ ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اس قدر انفاق کیا کہ لشکرِ اسلام کی محتاجی دور ہوگئی۔ اسی وقت

4- ترجمہ: [تم اس وقت تک نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ تم اپنے پسندیدہ مال میں سے خرچ نہ کرو، اور جو کچھ تم خرچ کروگے اللہ تعالیٰ اسے بخوبی جاننے والا ہے]

5 -أخرجه النسائي عن أنس رضي الله عنه

6 -أنظر تفسير القرطبي تحت هذه الآية

رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے بشارت ملی کہ ”آئندہ عثمان کو اس کا کوئی گناہ ضرر نہ دے گا“۔

یہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا منہج وطرزِ عمل۔ جب حکم ہوا بس تعمیل پر کمربستہ ہوئے اور حق بجاآوری کی فکر لاحق ہوئی۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ آیت کے تحت فہمِ صحابہ سے متعلق ایک بہترین نکتہ تحریر کیا، فرمایا:

”سبحان اللہ! جب اللہ کا کوئی حکم نازل ہوجاتا تو صحابہ کا فہم ادھر ادھر نہیں جاتا کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے، اس کی تاویل یہ ہے۔ بس اس پر عمل کرنے کی فکر لاحق ہوجاتی۔ ان کا سارا زور عمل پر ہی رہتا“۔

جہاد کی ضروریات اور شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا طرزِ عمل

اور یہی طرزِ عمل صحابہ کے بعد سلفِ صالحین اور اکابر رحمۃ اللہ علیہم کا بھی رہا۔ خصوصاً تنزل وانحطاط کے دور میں جب امتِ مسلمہ پر گھٹاٹوپ آندھیاں چھائی ہوئی تھیں اور ان پر ہر طرف سے یلغار کی جارہی تھی، حکمران اپنی عیاشوں میں مست اور ذلت کی چادر اوڑھ چکے تھے، اکابر نے فریضۂ جہاد کو زندہ کرکے اپنا جان ومال اس میں قربان کیا۔ بیسویں صدی کی ابتداء میں جب دشمنانِ دین مغربی طاقتوں نے مسلمانوں کے مرکز خلافتِ عثمانیہ کے خلاف جنگ شروع کی تو اس وقت برصغیر میں مسلمانوں کے قائد حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی امداد کے لیے علمی وعملی… ہر میدان میں خدمت کی۔ خود جان بھی کھپائی اور زبان سے بھی پوری جدوجہد صرف کی۔ پہلی جنگِ عظیم سے کچھ قبل بلقان کی جنگ چھڑی تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے پورے دار العلوم دیوبند کو لشکرِ اسلام کا امدادی کیمپ بنادیا۔

ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جنگِ بلقان کے زمانے میں حضرت شیخ الہند کا کیا حال تھا؟ میاں سید اصغر حسین اور مفتی عزیز الرحمن، حضرت کے دونوں تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ترکوں کی شکست کی خبر سنتے تو آپ کی ریش مبارک پر آنسو گرتے تھے، راتوں کو دعائیں مانگا کرتے۔ اگر کوئی دیکھے تو بالکل یہ حالت تھی کہ اگر حضرت کے بس میں ہوتا تو انگریزوں کو کچا چباڈالتے۔ پھر بھی جس قدر بس میں تھا کیا۔ مدرسے کی چھٹی کردی، طلبہ ومدرسین کو شہر شہر اور گاؤں بھیجا، چندہ کیا، خود اپنی تنخواہ اور تمام ملازمین

ومدرسین کی تنخواہیں چندے میں دیں۔ طلبہ نے آپ کے اشارے پر سالانہ امتحانات میں کامیابی پر ملنے والے انعامات اور مطبخ کی خوراک بھی چندے میں دے ڈالی۔ اس طرح اس رقم کے علاوہ جو حضرت کی ترغیب و تحریک پر لوگوں نے خود اپنے ذرائع سے ترکی بھیج دی تھی، خاص دارالعلوم کے ذریعے سے تقریباً ایک لاکھ روپے بمبئی نیشنل بینک کی معرفت ترکی بھیجا۔ جس کے صلے میں ترکی (عثمانی) حکومت نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور وہ رومال جس میں جنابِ رسول اللہ ﷺ کا پیراہنِ مبارک رکھا رہتا تھا، دارالعلوم کو بہ طور تبرک اور عطیہ بھیجا جو آج بھی دارالعلوم کے خزانے میں تبرکاً موجود ہے"۔[7]

اہلِ ثروت، رفاہی اداروں اور منتظمینِ اوقاف کے لیے لمحۂ فکریہ!

ایک ایسے وقت میں جب اسلام کی بقا کا مسئلہ درپیش ہو، امتِ مسلمہ کی زندگی و موت کا معرکہ بپا ہو اور خصوصاً انہیں افرادی قوت کے ساتھ ساتھ وسائل اور اموال کی ضرورت ہو تو ایسے وقت میں تعلیمی سرگرمیوں، فلاحی اداروں، رفاہی کاموں اور دیگر امور پر خرچ کرنے سے زیادہ دین وامت کے دفاع میں لڑنے والے مجاہدین مستحق ہیں، اور وہ مسلمان مستضعفین مستحق ہیں جو کفر کی ضربوں سے بے گھر ہوئے اور دربدر ہوئے۔ حتیٰ کہ ناگہانی آفتوں، زلزلہ زدگان جو زندگی و موت کی کشمکش میں ہوں ان پر بھی انھی مجاہدین کو ترجیح دی جائے گی، جیسا کہ امام ابنِ تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور میں فتویٰ دیا تھا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ:

"اگر مال تھوڑا پڑ جائے اور ایک طرف قحط زدہ ہوں اور دوسری طرف جہاد کی ضروریات ہوں جنہیں پورا نہ کرنے سے جہاد کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، تو ترجیح کسے دی جائے گی"؟

آپ نے جواباً فرمایا:

"ہم جہاد کو ترجیح دیں گے۔ چاہے قحط زدہ لوگوں کی موت ہی کیوں واقع نہ ہو جائے، اس لیے کہ یہ مسئلہ تترس (یعنی کفار کے مسلمان قیدیوں کو بطورِ ڈھال استعمال کرنے کے مسئلے) کی طرح ہے، بلکہ

7- شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی؛ ایک سیاسی مطالعہ؛ ص ٦٧

اس سے بھی بڑھ کر ہے، کیونکہ تترس کے مسئلے میں مسلمان ہمارے فعل سے قتل ہوتے ہیں۔ جب کہ ان (قحط زدگان) کی موت اللہ کے فعل سے واقع ہوتی ہے"۔[8]

امام قرطبی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ:

"تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ اگر مسلمانوں کو کوئی مالی ضرورت پیش آجائے اور اس وقت زکوۃ ادا کی جاچکی ہو تو لوگوں پر فرض ہوگا کہ وہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اپنا ذاتی مال خرچ کرے"۔[9]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب مجاہدین پر سخت حالات آن پڑیں... جیسا کہ اس وقت دنیا بھر کے مجاہدین کی حالت ہے جن میں پاکستان میں نفاذِ شریعت کے بر سرِ پیکار مجاہدین بھی شامل ہیں... تو مسلمانوں خصوصاً صاحبِ حیثیت لوگوں پر یہ مسؤولیت بڑھ جاتی ہے کہ وہ مجاہدین کی اس ضرورت کو پورا کرکے انھیں اس معاملے میں مستغنی کریں تاکہ وہ یکسوئی کے ساتھ اپنی صلاحیتیں بروئے کار لا کر اسلام کے دفاع میں کھپا سکیں۔ دفاعِ اسلام کا مسئلہ جو انتہائی اہم ہونے کے ساتھ ساتھ حساس بھی ہے، بہر حال دیگر ضروریات پر مقدم ہے۔ اس کا اندازہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے اس تاریخی فتوی سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جب آپ نے دار العلوم دیوبند کے پلیٹ فارم سے یہ فتویٰ نشر کیا کہ 'معرکۂ بلقان اور ترک لشکر کو دیگر امور کے لیے وقف مال میں سے زائد بھیجنا نہ صرف جائز ہے بلکہ ضروری ہے'۔ ہم موجودہ حالات میں رہنمائی کے طور پر اس فتویٰ کو ذیل میں نشر کر رہے ہیں۔

8 - الفتاوی الکبری: ۶۰۷/۷ بحوالہ اہم ترین فرضِ عین

9 - قرطبی: ۲۴۲/۲ بحوالہ اہم ترین فرضِ عین

وقف شدہ مال جنگِ بلقان اور عثمانی لشکر میں دینے کی بابت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور دار العلوم دیوبند کا فتویٰ

الاستفساء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے میں کہ ایک مسجد ہے جس میں روپیہ وقف ہے اور اس وقف کی صورت یہ ہے کہ واقف نے ایک کمپنی میں کچھ حصے لے کر وقف کر دیئے جس کی ماہوار آمدنی جمع ہوتی رہی۔ رفتہ رفتہ وہ اصل سے بڑھ گئی یا اس کے مساوی یا کم ہو، ایسی حالت میں کہ خاص اس مسجد کو اور وہاں کی اور مساجد کو فی الحال ضرورت نہ ہو بلکہ آئندہ بھی کوئی ضرورت عرصۂ دراز تک معلوم نہیں ہوتی۔ اگر ان زائد حصص کو جو اصلی حصص سے زیادہ ہوگئے ہیں، فروخت کر کے اس اہم کام یعنی معرکۂ بلقان کے ترکی مجروحین و یتیموں و بیوگان اور ترکی لشکر کی امداد میں صرف کیا جائے تو شرعِ محمدی میں جائز ہے یا نہیں۔ نیز مسجد کے نام کوئی خاص جائیداد وقف نہیں بلکہ کمپنی کے وہ حصص جو مشترک ہوتے ہیں فی الحال جو روپیہ آمدنی ہے، اس مد میں جائز ہے یا جو اصلِ وقف کی آمدنی سے خریدے گئے ہیں ان کو فروخت کر کے اس مد میں دینا جائز ہے یا دونوں صورتیں جائز یا ناجائز ہیں، فقط۔ بیّنوا و توجّروا۔

الجواب

صورتِ مسئلہ میں زائد آمدنی وقفِ مذکور کی امداد مجروحین و یتامیٰ جنگِ مذکور میں صرف کرنا شرعاً درست اور جائز ہے اور اس حصص کو جو بعد میں آمدنی موقوفہ سے خریدے گئے ہیں، فروخت کرنا اور چندہ ہلال احمر میں صرف کرنا بھی درست ہے۔ روایاتِ حدیث و فقہ اس بارے میں منقول ہیں۔ بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ آمدنی اوقاف مساجد سے جو کچھ نوائب مسلمین و محاربات میں صرف کیا جائے وہ بطریق قرض ہونا چاہیے اور بعض عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ بدون قید قرض کے درست ہے۔ پس جس کی آمدنی اس قدر روپیہ وقف مذکور سے جمع ہے کہ اس مسجد کو نہ فی الحال اس

کی حاجت ہے اور نہ آئندہ ضرورت معلوم ہوتی ہے اور امداد مجروحین کی ضرورت اس وقت جس قدر اہم اور لابد ہے وہ مخفی نہیں، ایسی حالت میں بدوں اس کے کہ رقم خرچ کردہ شدہ کو قرض سمجھا جائے، آمدنی مذکور کو امدادِ مجروحین جنگِ ترک میں خرچ کرنا جائز بلکہ ضروری ہے۔

فتح القدیر میں ہے:

”ولو اجتمع مال الوقف ثم نابت نائبة من الكفرة فاحتيج إلى مال لدفع شرهم قال الشيخ الإمام (محمد بن فضل) ما كان من غلة وقف المسجد الجامع يجوز للحاكم أن يصرفه إلى ذلك على وجه القرض إذا لم تكن حاجة للمسجد إليه“۔

(صحیح بخاری شریف میں روایت ہے:)

وعن أبي وائل قال جلست مع شيبة على الكرسي في الكعبة فقال لقد جلس هذا المجلس عمر فقال لقد هممت أن لا أدع فيها صفراء ولا بيضاء إلا قسمته، قلت إن صاحبيك لم يفعلا، فقال هما المرءان أقتدي بهما۔ (بخاری شریف: ج؛ ۱، ص؛۲۱۷)

وقال ابن الصلاح الأمر فيها (أي في كسوة الكعبة) إلى الإمام يصرفه فی مصارف بيت المال بيعًا وعطاءً واحتج بما ذكره الأزرقي أن عمر كان ينزع كسوة الكعبة كل سنة فيقسمها على الحجاج (عمدة القارى: ج؛۴ ، ص؛۶۰۴) “۔

حموی حاشیہ اشباہ میں ہے:

لا يصرف القاضي الفاضل من وقف المسجد إلى قوله قيل بعاوضة ما في فتاویٰ قاضي خان في أن الناظر له صرف فاضل الوقف إلیٰ جهات البر بحسب ما يراه الخ۔ القاعدة الخامسة عن الفن الأول، المجلد الأول ص: ۱۶۰ مصری“۔

ان عبارت سے واضح ہے کہ ضرورتِ موجودہ یعنی امدادِ مجروحین ویتامیٰ جنگِ ترک میں وہ آمدنی زائد اوقاف مسجد کی، جس کی ضرورت مسجد کو نہ فی الحال ہے نہ آئندہ مظنون ہے، صرف کرنا جائز ہے۔ اور جن فقہانے یہ قید لگائی ہے کہ نوائب میں قرضاً دیا جائے، اس کا منشایہ ہے کہ اگر کسی وقت اس مسجد کو کچھ ضرورت پیش آئے تو وہ روپیہ واپس لے کر اس میں صرف کیا جائے لیکن جب کہ آمدنی ان اوقاف کی ہمیشہ اس قدر ہوتی رہتی ہے اگر بالفرض آئندہ کو کوئی حاجت مسجد کو پیش آوے تو

آمدنی آئندہ کی اس کے لیے کافی ہے، تو پھر اس رقم خرچ کردہ کو قرض کہنے کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ بخاری و عمدۃ القاری و عبارات حموی کا منشا ہے۔ اللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند

الجواب صحیح

بندہ محمود عفی عنہ (شیخ الہند)

الجواب صحیح

محمد انور شاہ عفا اللہ عنہ (کشمیری)[10]

10-ماخوذ از کتاب 'شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی؛ ایک سیاسی مطالعہ' ص ۶۸ تا ۷۰، تالیف: ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری، مجلسِ یادگارِ شیخ الاسلام پاکستان

خاتمہ

اس فتویٰ کے بیان کے بعد ہم اہلِ ثروت اور منتظمینِ اوقاف سے بس اس قدر عرض کرنا چاہتے ہیں کہ آپ سب حضرات اپنی ذمہ داری کا احساس کیجیے اور خیر کے کام میں سبقت لے جائیے۔ اس وقت ہر محاذ پر مجاہدین اور متاثرینِ جنگ بیوگان ویتامی کو مسلمانوں کے اموال کی ضرورت ہے، تا کہ جنگ کے متاثرین کے لیے سہارا ہو سکے اور مجاہدین دفاعِ اسلام کی جنگ لڑ سکیں۔ اس حقیقت سے تمام اصحابِ دانش بخوبی واقف ہیں کہ کوئی بھی جنگ مالی وسائل کے بغیر نہیں لڑی جا سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ پاک میں بیشتر مقامات پر جان سے قبل مال سے جہاد کا حکم دیا ہے۔ برصغیر کے اہلِ ثروت اور منتظمینِ اوقاف کو چاہیے کہ وہ بالعموم دنیا بھر میں کفار کی طرف سے جاری 'دہشت گردی کی جنگ' میں مجاہدینِ اسلام و مسلمینِ مستضعفین کے ساتھ مالی معاونت کریں اور بالخصوص افغانستان میں جاری جنگ کے سلسلے میں امارتِ اسلامیہ افغانستان کے مجاہدین اور پاکستان میں فوج، خفیہ اداروں اور حکمرانوں کے مظالم سے دفاع کے سلسلے میں جماعت قاعدۃ الجہاد برصغیر کی طرف اپنا دستِ تعاون دراز کریں۔ اوقاف کے زائد اموال، اپنی زکوات وصدقات وعطیات، نفلی قربانیاں، عشرِ اراضی وغیرہ سے مجاہدینِ امارتِ اسلامیہ والقاعدہ کی مدد کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کے ہر ایک پیسے کے بدلے آخرت میں جنتوں میں محلات عطا فرمائیں اور آپ کے لیے جہاد کا اجر لکھ دیں، آمین۔

اس تحریر کو شیخ عبد اللہ عزام رحمۃ اللہ علیہ کے سنہری الفاظ پر ختم کیا جاتا ہے، آپ فرماتے ہیں:

"صاحبانِ ثروت اپنے مال میں اللہ کے حکم کی طرف متوجہ ہوں، آج جہاد کو مالی معاونت کی اشد ضرورت ہے۔ مسلمانوں کا دین وایمان خطرے میں ہے اور ان کی بستیوں کی بستیاں فنا ہوتی نظر آ رہی ہیں، مگر کتنے ہی اغنیاء اب بھی اپنی خواہشات میں غرق ہیں۔ اگر یہ مال دار لوگ محض ایک دن کے لیے اپنی خواہشات کو روکیں، اپنے آرام و آسائش پر پیسہ برباد کرنے سے باز رہیں اور انہی پیسوں کا رخ افغانستان میں برسرِ پیکار مجاہدین کی طرف پھیر دیں...... ان مجاہدین کی طرف جو سردی سے مر رہے ہیں، جن کے برہنہ پیروں کو برف چاٹ گئی ہے، جن کے پاس کھانے کو دو وقت کی روٹی تک نہیں، نہ ہی اپنے دفاع اور تحفظ کے لیے اسلحہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر مال دار لوگ محض ایک دن کا

خرچ ان افغان مجاہدین کو دیں، تو ان شاء اللہ یہ بظاہر معمولی سی قربانی بہت بڑی تبدیلی کا باعث ہو گی اور فتح و نصرت کی جانب پیش قدمی کا موئثر ذریعہ بنے گی"۔[11]

اللہ تعالیٰ کفار اور ان کے آلہ کاروں کے مقابلے میں تمام مسلمانوں کی مدد و نصرت فرمائیں، ہر مسلم ملک میں نفاذِ شریعت کی جنگ میں مجاہدین کو کامیاب فرمائیں اور پوری دنیا میں اسلام کا بول بالا فرمائیں اور خلافت علی منہاج النبوۃ کے قیام سے پوری امتِ مسلمہ کو دنیا میں عروج عطا فرمائیں، آمین۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد و علی آلہ وصحبہ أجمعین۔

11-ایمان کے بعد اہم ترین فرضِ عین: ص؛۱۰۶

ضمیمہ اول

سلطان عبد الحمید خاں کے دور میں عثمانیوں اور روس کی جنگ میں مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریکِ چندہ

پہلی جنگِ عظیم سے قبل روس نے آخری مرتبہ ۱۸۷۷ء، ۱۸۷۸ء میں خلافتِ عثمانیہ کے خلاف جنگ چھیڑی اور قوقاز کے علاقوں پر حملہ کر دیا۔ اس وقت عثمانیوں کے آخری مضبوط سلطان خلیفہ عبد الحمید ثانی رحمۃ اللہ علیہ مسندِ خلافت پر قائز تھے۔ اس موقع پر حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان میں عثمانیوں کی امداد کے لیے تحریک شروع کی۔ آپ کے سوانح نگار مولانا نسیم احمد فریدی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

”وفات سے تقریباً تین سال پہلے ۱۲۹۴ھ میں سلطانِ ترکی (عثمانی) اور روس کی جنگ چھڑی تو حضرت قاسم العلوم رحمۃ اللہ علیہ بے چین ہو گئے اور اس سلسلے میں ترکوں کی مدد کے لیے تمام مسلمانوں سے چندے کی تحریک کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ بابت تحریکِ چندہ برائے عسکرِ سلطان عبد الحمید خاں مطبع ہاشمی میرٹھ میں چھپ کر شائع ہوا تھا اور اب قریب قریب نایاب ہے۔ اسی زمانے میں اس جنگ کے سلسلے میں ایک فتویٰ بھی مرتب فرمایا جس کو احقر نے قلمی شکل میں دیکھا ہے“۔[12]

یہاں ہم قارئین کو یہ بھی بتاتے چلیں کہ ۱۸۷۸ء میں روس کی عثمانیوں کے خلاف جنگ ہی وہ موقع تھا کہ جب قوقاز کے علاقوں میں روسی ریچھ نے اپنے قدم رکھے، اور آج ڈیڑھ صدی گزر چکی ہے کہ قوقاز میں مسلمانوں اور روس کی جنگ ابھی تک جاری ہے۔ کیا حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ والا کام آج کوئی کر رہا ہے؟

12-بحوالہ قاسم العلوم والخیرات، ترتیب: نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ضمیمہ دوم

جنگِ بلقان کے دوران نفلی قربانیوں کی قیمت مجاہدین و مجروحینِ اتراک کی امداد میں دی جائے

مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

سوال: اکثر مسلمان نفلی قربانیاں کرتے ہیں تو ان کو ایسی قربانی کی قیمت ترکی مجروحینِ بلقان کی اعانت میں دے دینا جائز ہے یا نہیں؟ نیز فرض قربانی کی قیمت یا اس کی کھال اس مد میں دینا جائز ہے یا نہیں؟

استفتاء از جانب طلبہ مدرسہ امینیہ دہلی، مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۱۲ء

جواب: جن مسلمانوں پر قربانی واجب ہے، ان کو تو قربانی ہی کرنا ضروری ہے، قیمت دے دینا جائز نہیں۔ مگر قربانی کی کھالیں اور نفلی قربانیوں کی قیمت وہ اس مصیبت زدہ قوم کی اعانت میں دے سکتے ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کی عزت بچانے کے لیے اپنی جانیں دے رہے ہیں۔ بلکہ بہتر یہی ہے کہ نفلی قربانیاں اس سال ملتوی کریں اور اس کی مقدار نقد ترکی مجروحین و یتامیٰ کے لیے بھیج دیں۔ واضح ہو کہ مردہ عزیزوں کی طرف سے جس قدر قربانیاں بغیر وصیت کی جاتی ہیں، وہ سب نفلی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ محمد کفایت اللہ عفاعنہ، مدرس مدرسہ امینیہ دہلی [13]

اس فتویٰ سے معلوم ہوا کہ وقف کے زائد مال کے علاوہ نفلی قربانیوں کی قیمت بھی کفر و اسلام کی جنگ کے متاثرین مجاہدین و مجروحین و یتامیٰ کو دینا افضل ہے، تاکہ وہ اس کی مدد سے کفار کے حملوں سے اسلام و اہلِ اسلام کی مدافعت کر سکیں۔

13- کفایت المفتی، ج ۹، ص ۳۴۳، دار الاشاعت کراچی